

خواتین کی قرآنی خدمات

ڈاکٹر مسز بشری بیگ

ایم اے پی ایچ ڈی اسلامک اسٹڈیز

خواتین نے دیکر علوم کی طرح قرآن کریم کی بھی خدمت کی اور یہ خدمت مختلف زاویوں سے کی گئی ہیں، جس میں درس قرآن، ترجمہ و تفسیر قرآنی احکامات کی نشر و اشاعت اور اس کی خدمت کی سرخیل ازواج مطہرات و بنات النبی ہیں۔ ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ صدیقہ کی خدمات سب سے زیادہ ہیں۔

پروفیسر یسین مظہر صدیقی امہات المؤمنین کی تفسیری خدمات کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: احادیث میں ازواج مطہرات کی تفسیری روایات کا اگر تجزیہ کیا جائے تو یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ کیت کے اعتبار سے ان کی روایات کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے لیکن اس ضمن میں کچھ اور حقائق کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔ جیسا کہ پہلے کہا گیا کہ صحابہ کرام سے تفسیری روایات بہت کم مروی ہیں لہذا اس پس منظر میں ان کی عددی قدر و قیمت کا تعین کرنا چاہیے اور اس اعتبار سے یہ تعداد بھی معتد بہ تو ہے ہی۔ پھر حقیقت بھی بہت اہم ہے کہ محدثین کرام نے اپنے روایتی اصولوں کے پیش نظر تفسیری روایات کے رد و قبول میں بھی بہت احتیاط و سختی برتی ہے یہی وجہ ہے کہ مسلم میں ایسی روایات کی تعداد سب سے کم ہے صحیح بخاری میں ان کی تعداد کچھ زیادہ ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ امام موصوف نے کچھ نرمی یا تساہل سے کام لیا ہے بلکہ انہوں نے اپنے طریقہ روایت کے مطابق ذرا سی تفسیری مناسبت سے بھی دوسرے ابواب و کتب کی روایات اپنی کتاب التفسیر میں بھی لے لی ہیں جب کہ امام مسلم نے ایسا نہیں کیا۔ امام احمد اور امام ترمذی نے زیادہ توسع سے کام لیا ہے اس لئے ان کے ابواب تفسیر میں روایات کی تعداد شیخین کی روایات سے کہیں زیادہ ہے۔

لیکن ان کی بیان کردہ روایات تفسیر کی مہید کثرت کو روایات کی اسناد کی کم رعایت اور حقیقی تفسیر کی کمی پر محمول کرنا بھی صحیح نہیں کیونکہ روایات کسی نہ کسی شکل میں دوسرے بزرگان حدیث

کے ہاں بھی پائی جاتی ہیں اور محض سند کی مفروضہ کم رعایتی کی بنا پر روایت کو مسترد کر دینے کا رجحان خطرناک نتائج پیدا کرتا ہے اور حقیقی تفسیر کی کمی کا معاملہ تو وہ شیخین کے ہاں بھی پایا جاتا ہے بلکہ امام مسلم کے ہاں تو تفسیر حقیقی کا عنصر اور کم ہے۔ قلت روایات کا ایک اور سبب یہ ہے کہ تفسیری باب کتب احادیث کا محض ایک باب ہوتا ہے جو موضوع کے سبب اور مختصر ہو جاتا ہے اور اس پر محدثین کرام کی روایتی احتیاط مستزاد پھر تفسیری کتب اور مجموعوں کی روایات از واج مطہرات کو اس بحث میں شامل نہیں کیا گیا۔ ورنہ یقینی طور پر ان کی تعداد زیادہ ہوتی ایک اہم اور حقیقت یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام کی بالخصوص از واج مطہرات کی یہ وہ روایات ہیں جو روافہ اور اہل علم کے قبضہ قلمہ اور اقتدار تحریر میں آگئیں۔ نہ جانے کتنی ایسی روایات حدیث و تفسیر ہوگی جو عام لوگوں نے سنی ہوگی اور جو ایسے اہل علم نے حاصل کی ہوں گی جو روایت و نقل کے قائل نہ تھے اور جو بہت سے راویوں اور تافلوں نے اخذ کی ہوگی مگر وہ دستبرد زمانہ کے تحت ہم تک نہیں پہنچیں۔

بہر حال یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ایک جہاں نے از واج مطہرات سے جوان کی مائیں تھیں استفادہ کیا ہوگا ہر ایک ام المؤمنین سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، اسلام کے اصول و ارکان و تعلیمات اور قرآن مجید کے مقامات کے بارے میں طرح طرح کے سوالات کیے ہوں گے اور ان سے علم آمیز جوابات پائے ہوں گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ کسی سے استفادہ زیادہ رہا ہوگا اور کسی سے کم لیکن از واج مطہرات سے رجوع عام تھا کہ اولادوں کو اپنی ماؤں سے محبت تھی اور اس سے زیادہ اپنے عظیم ترین اور محبوب ترین رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ کی از واج مطہرات سے آپ کی اور آپ کے پیغام کی باتیں سننے کے لئے وہ ہر ایک کے پاس ازدحام کرتے تھے۔ اس حقیقت کے لئے کسی دستاویزی ثبوت یا تاریخی استناد کی ضرورت نہیں اگرچہ تلاش و تحقیق سے اس کی بھی کوئی کمی نہیں۔ دوسری اہم حقیقت جو عیاں ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ تمام از واج مطہرات میں حضرت عائشہ صدیقہ گوجو علمی فضیلت اور کمالی تفوق حاصل تھا اس کا مظاہرہ تفسیری روایات کی کثرت میں بھی ہوا ہے حضرت ام المؤمنین کے فضل و کمال پر کسی اور کی گواہی کی ضرورت نہیں کیونکہ صاحب نطق الہی اور حامل

وحی ربانی نے اپنی زبان صداقت بیان سے ان کے فضل و کمال اور برتری و بہتری کا ناقابل تردید ثبوت فراہم کر دیا ہے ان کی انہیں خصوصیات و اوصاف ذہانت و فطانت اور وہی واکتابی لیاقت نے ان کو خاتم النبیینؑ کے نزدیک دنیا کا سب سے زیادہ محبوب شخص بنا دیا تھا۔ حتیٰ کہ افضل بشر بعد الانبیاء حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی محبوبیت نبوی کے دوسرے مقام پر آتے تھے حضرت عائشہ کی ایک اہم اور امتیازی خوبی یہ تھی کہ وہ مزاج شناس رسول ہونے کے ساتھ ساتھ برابر سوالات و استفہامات کے ذریعہ اپنے علم میں اضافہ کرتی رہتی تھیں جبکہ اکثر دوسری ازواج مطہرات اپنے فطری حلم و تقدس فرمانبرداری اور خاطر نوازی وغیرہ کے سبب سوالات سے گریز کیا کرتی تھیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ کے بعد دوسرا مقام و مرتبہ اس ضمن میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نظر آتا ہے۔ بقیہ ازواج مطہرات میں اور کسی کا نام تفسیری روایات حدیث میں سوائے حضرت حفصہ کے اور کسی کا نظر نہیں آتا۔ لیکن اس سے نقل روایات کی کمی ہی مراد لینی چاہیے نہ کہ قلت علم اور قلت توجہ کے فیصلے صادر کرنے چاہیے۔ اللہ کو معلوم ہے نہ جانے کتنے اشخاص نے دوسری امہات المومنین سے استفادہ علم حدیث و قرآن کیا ہوگا مگر وہ ہمارے علم و یقین کی حدود سے باہر رہ گیا۔ اس سلسلہ میں مختلف امہات المومنین کے شرف صحبت نبوی سے فیضیاب ہونے کی مدت کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ اور نہ ہی ان کی حیات افادہ عام کو۔ متعدد ازواج مطہرات کو یا تو یہ دونوں مدتیں کم نصیب ہوئیں یا ان میں سے کوئی ایک۔ حضرت عائشہ بہت خوش نصیب تھیں کہ ان کو دونوں مدتیں طویل ملیں اور دیگر ازواج مطہرات کے مقابلہ میں ان کو دو گنی مدت نبوی ملی کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی باری بھی ان کی خوش نصیبی کی جھولی میں آگری تھی۔

دوسرے عوامل میں سے ایک آخری یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ دوسری ازواج مطہرات کے موازنہ میں حضرت عائشہ صدیقہ ایک عوامی شخصیت اور امت مسلمہ کی قائدہ تھیں جبکہ دوسری تمام امہات المومنین نے مکانات نبوی کی حدود میں زیادہ تر اپنے کو محصور و محدود کر رکھا تھا۔ موضوعاتی تجزیہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ روایات تفسیر کا تعلق شان نزول سے ہے کچھ کافرات و اختلاف قرات

ہے۔ بعض کا فضائل قرآن سے اور بعض کا تلاوت نبوی کے معمولات سے بعض کا واقعات کے پس منظر میں قرآنی استشہاد سے بہت کم روایات کو حقیقی تفسیر کے باب میں رکھا جاسکتا ہے ایک مختصر تجزیہ اس بیان کو منقح کر دے گا۔ جن آیات کریمہ کی تفسیر کا تعلق خالص شان نزول سے ہے ان میں سورہ بقرہ اور سورہ نساء کے نزول سے متعلق اولین حدیث عائشہ کی ہے۔ اسی میں سورہ دل عمران ۷ کی تفسیری روایت عائشہ سورہ نساء کی آیت ۴۳ سورہ آل عمران ۱۹۵ سورہ نساء کی آیت ۳۲ اور سورہ احزاب ۱۰۵ کی احادیث ام سلمہ، سورہ مائدہ ۴۳ کی آیت تیمم سے متعلق حدیث عائشہ، سورہ فتح کی آیت ۱۱۲ اور سورہ قمر ۳۵ سے متعلق روایات عائشہ، سورہ عبس سے متعلق روایت صدیقہ، سورہ علق کے نزول سے متعلق ان ہی کی طویل روایت مکہ، مدینہ میں قیام سے متعلق ان کی مختصر روایت، رویت جبریل کے بارے میں حضرت ام سلمہ کی روایت، مصحف صدیقہ کے بارے میں عراقی کے سوال سے متعلق روایت وغیرہ شامل ہیں۔ قراءت و اختلاف قراءت کے ضمن میں جو روایات شامل ہیں وہ حسب ذیل ہیں: سورہ آل عمران ۱۷۲، سورہ احزاب ۱۵، سورہ ہود ۴۶، سورہ واقعہ ۸۹ وغیرہ سے متعلق روایات ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، فضائل قرآن اور معمولات نبوی کے ضمن میں جو احادیث آتی ہیں وہ سورہ آل عمران کی آخری آیات کے بارے میں روایت سورہ فتح ۲، سورہ طور، سورہ نصر، سورہ فاتحہ، سورہ بنی اسرائیل، اور سورہ زمر وغیرہ کے بارے میں روایات۔ واقعات کے پس منظر میں اور استشہاد کے بطور مذکور ہونے والی تفسیری روایات میں سود کی حرمت سے متعلق سورہ بقرہ کی آخری آیات سورہ نساء ۱۲۷، سورہ مائدہ ۱۰۳، سورہ یوسف ۱۸، سورہ مریم ۲۳، سورہ عبس ۱۶-۱۵ اور سورہ علق ۲، وغیرہ میں شامل کی جاسکتی ہیں۔ بہر حال قلت تعداد کے باوجود اچھی خاصی مرویات از واج مطہرات کو حقیقی تفسیر کے اصلی خانے میں رکھا جاسکتا ہے اور ان میں بعض بہت اہم ہیں۔ اتنی اہم کہ ان کے بغیر قرآن فہمی کا خاصا بڑا حصہ ناقص رہ جاتا۔ ایسی اصلی روایات میں سب سے پہلے تو سورہ بقرہ کی وہ مرویات عائشہ صدیقہ ہیں جنہوں نے صفاد مردہ کی سعی و طواف کو یکے ازار کا نچ ج قرار دیا۔ ظاہر ہے کہ اس کے بغیر حج ناقص ہوتا۔ خانہ کعبہ کی تعمیر کے بارے میں اسی سورہ کی آیت ۱۲۷ کی بھی تفسیر ام المومنین بہت اہم ہے اور اسی

© rasailoraid.com

انبیاء کی تفسیر ام المومنین ایک مسلم کو صحیح عادلانہ زندگی گزارنے کا اصول فراہم کرتی ہے۔ واقعات سے متعلق عام آیات کی تفسیر نہ صرف حیات نبوی کے کئی اہم واقعات کو روشن کرتی ہیں بلکہ بعض اصول زندگی متعین کرتی انسانی معاشرت کے اہم قواعد و ضوابط پیش کرتی ہیں اور ہمتی کے بارے میں اسلامی اصول بیان کرتی ہے سورہ احقاف ۷ کی تفسیر والدین کے حقوق اور اولاد کے فرائض بتاتی ہے اور آیت ۲۳ عذاب الہی سے انسان غافل کو بیدار کرتی ہے اور سورہ یس ۶-۱۵ کی تفسیر کم پڑھے لکھے مسلمان کو رحمت الہی کا مژدہ سناتی ہے اور قرآن کریم پڑھنے کا طریقہ بتاتی ہے۔ سورہ علق کی تفسیر ام المومنین وحی قرآنی کے نزول کی عقدہ کشائی کرتی ہے اور آخری سورتوں کی تفسیری روایات حیات نبوی کے کئی باب روشن کرتی ہیں اور انسان کو اسوہ نبوی سکھاتی ہیں۔ اسی طرح فضائل اور قراءت کے بارے میں روایات قرآن مجید کے کئی دوسرے گوشے اجاگر کرتی ہیں۔ مختصر یہ کہ ازواج مطہرات کی تفسیری روایات اپنی قلت تعداد کے باوجود کیفیت کے اعتبار سے بہت اہم ہیں اور وہ قرآن فہمی کی کلید فراہم کرتی ہیں۔ احادیث کے مجموعوں میں مذکورہ مرویات امہات المومنین کی بنا پر کوئی غلط رائے قائم نہیں کرنی چاہیے۔ وہ تو ان کی عظیم الشان اور وسیع قرآنی خدمات کا صرف ایک پہلو پیش کرتی ہیں۔ سیرت و حدیث کی وہ روایات ازواج مطہرات جو اس بحث میں قصور بشری کے سبب آنے سے رہ گئیں اور تفسیری مجموعوں کی وہ مرویات جن کا سرے سے جائزہ ہی لیا نہیں گیا اور دوسری کتب کی روایتیں جن کا حوالہ بھی نہیں دیا گیا وہ سب اگر جمع کر لی جائیں تو ازواج مطہرات کی قرآنی خدمات کا ایک منصفانہ اور صحیح جائزہ لیا جاسکے گا۔ (۱)

بہت سی حافظات قاریات مقریات اور مفسرات تھیں۔ جنہوں نے حدیث کی طرح قرآن کی خدمت میں بہترین کارنامے انجام دیئے ہیں۔ حفصہ بنت سیرین نے بارہ (۲) برس کی عمر میں قرآن کریم کو مع اس کے معانی و مطالب کے حفظ کر لیا تھا، فن تجوید و قرات میں بھی وہ مہارت رکھتی تھیں۔ ہشام رادی کا بیان ہے۔ جب کبھی ان کے بھائی محمد بن سیرین کو قراءت کے بارے میں کوئی شبہ پڑ جاتا تو اپنے شاگردوں سے کہتے کہ جاؤ حفصہ سے پوچھو کہ وہ اسے کیسے پڑھتی ہیں۔ حفصہ

ہر رات نصف قرآن پڑھا کرتی تھیں۔ (۳)

فاطمہ نیسا پوریہ مشہور مفسرہ تھیں۔ قرآن کے اہم و مشکل مقامات پر اظہار خیال کرتی تھیں۔ ابن ملک نامی ایک بزرگ کا بیان ہے کہ میں نے ان سے زیادہ بزرگ عورت نہیں دیکھی۔ ایک دن میں نے ان کی علیت پر تعجب کرتے ہوئے حضرت ذوالنون مصری سے پوچھا کہ یہ عورت کون ہے۔ انہوں نے جواب دیا اولیاء میں سے ایک ولیہ تھیں اور میری استاذہیں۔ (۴)
امت الواحد بنت الحامی عالمیہ فاضلہ اور فقیہہ و مفتیہ کے ساتھ حافظہ قرآن بھی تھیں۔

امام ضیاء الدین مقدسی کی بہن آسیہ اپنے زمانہ کی بے مثل عابدہ، زاہدہ اور حافظہ قرآن تھیں۔ اسی طرح ان کی زوجہ آسیہ بنت محمد بن خلف قرآن کی بہترین عالمہ اور علوم قرآنی کی مہارت میں شہرت رکھتی تھیں، فن تجویز قرآید، مت سے خاص شغف تھا۔ (۵)

امام زین الدین ابوالحسن علی ابراہیم قاری مشقی مصری متوفی رمضان ۵۹۹ھ زبردست فقیہ و اعظم مفسر قرآن تھے۔ اور یہ تمام فضائل ان کی والدہ کی دعا کا نتیجہ تھے جو خود بھی نہایت نیک حافظہ قرآن اور مفسرہ تھیں۔ ناصح الدین رادی کا بیان ہے۔

زین الدین سعد بدعاء زین الدین اپنی ماں کی دُعا سے اس والدہ،
كانت ضالحة حافظة مرتبة كونهن، وہ بہت نیک حافظہ قرآن تعرف التفسير اور تفسیر جانتی تھیں۔

امام زین الدین کا بیان ہے کہ جب میں اپنے ماموں امام شرف الاسلام عبد الوہاب سے تفسیر پڑھ کر والدہ کے پاس جاتا تو وہ مجھ سے دریافت کرتیں کہ ایش فرایوم بھائی نے آج کیا تفسیر بیان کی، جب میں بتاتا کہ فلاں فلاں سورتوں کی تفسیر بیان کی ہے تو فرماتیں کہ کیا فلاں کا قول نقل کیا؟ کیا فلاں بات بیان کی ہے؟ جب میں کہتا کہ نہیں تو ان کا بیان کر کے کہتی تھیں کہ انہوں نے یہ چھوڑ دیا ہے۔ ان کا یہ حال تھا کہ

كانت تحفظ كتاب الجواهر
وہ اپنے والد کی لکھی ہوئی تفسیر کتاب

وہو ثلاثون مجلدة تالیف الجواہر کو جو تیس جلدوں میں تھی زبانی یاد رکھتی والدھا الشیخ الصرح ، واقعدت اربعین سنة فی منحرابہا (۶) عبادت کرتی رہیں۔

طبقات المفسرین میں اس واقعہ کو یوں لکھا ہے کہ شیخ الاسلام ابو الفرج عبدالواحد بن محمد شیرازی مقدسی متوفی ۴۸۶ھ نے کتاب الجواہر کے نام سے تیس جلدوں میں قرآن کی تفسیر لکھی اور یہ پوری کتاب ان کی صاحبزادی کو یاد تھی۔ (۷)

امام ابو محمد سراج الدین عبدالرحمن بن عمر دانی حنبلی متوفی جمادی الاولیٰ ۲۴۳ھ کی اولاد میں ایک نابینا صاحبزادی تھیں جو اپنے زمانہ میں قوت حافظہ میں عجوبہ شمار کی جاتی تھیں۔

وكانت له بنت عمياء تحفظ ابو محمد حران کی ایک لڑکی نابینا تھی

كثير اذا سئلت عن باب من اس کے حافظہ کا یہ حال تھا کہ صحاح ستہ کی کسی

العلم من الكتب الستة ذكرت حدیث کے بارے میں پوچھا جاتا تو فوراً بتا دیتی تھی

اکثره و كانت في ذلك اعجوبة (۸) قوت حافظہ میں وہ عجوبہ تھی

میمونہ بنت ابو جعفر مدنیہ، مشہور قاریہ مجودہ تھیں انھوں نے یہ اپنے والد سے حاصل کیا تھا اور ان سے دوسرے لوگوں نے پڑھا۔ امام القراء ابن جزری نے اپنی بیٹی سلمیٰ کے بارے میں لکھا ہے کہ انھوں نے قراءت سبعہ میں قرآن مجید حفظ کر کے سنایا تھا اور قراءت عشرہ کی تعلیم بھی ان کے اصول کے مطابق حاصل کی تھی، وہ فن تجوید میں اس قدر آگے تھیں کہ اس زمانہ میں کوئی قاری و مجودان کی ہمسری نہیں کر سکتا تھا۔

ابن تغری بروی نے النجوم الزاہرہ میں لکھا ہے خلیفہ ہارون رشید کی زوجہ زبیدہ کے محل سرا میں ایک ہزار باندیاں قرآن مجید پڑھا کرتی تھیں اور ان کی آواز شہد کی مکھوں کی آواز کے مانند سنائی دیتی تھی۔ بنات اسلام نے قرآن کی خدمت اس کی کتابت کر کے بھی کی ہے۔ ابن فیاض نے اخبار قرطبہ میں لکھا ہے کہ شہر قرطبہ کے شرقی علاقہ میں ایک سوستر عورتیں خطہ کو فی قرآن کریم لکھتی تھیں۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ پورے شہر قرطبہ کی عورتوں میں قرآن کریم کی کتابت کا کتنا ذوق رہا ہوگا

۔ ہمارے ملک کے بادشاہ شاہجاں کی پوتی شہزادی شادخانم نے خطاریحان میں کمال متانت سے ایک قرآن کریم لکھا تھا جس کے آخر خطر قارع میں اپنا نام ونسب تحریر کیا تھا۔ (۹)

۳۔ قرآنی خدمات

۱۔ بیروم بنت احمد مالکیہ:

ان کے والد قرآن مجید پڑھاتے تھے اور فقہاء کے پاس بکثرت آنا جانا رکھتے تھے۔ اسی ماحول میں موصوفہ کی نشوونما ہوئی۔ قرآن کی قاریہ تھیں، شمس بن صالح سے سات قرأتیں پڑھیں اور ان کی صاحبزادی فاطمہ سے عشرہ کی تکمیل کی۔ شاطبیہ وغیرہ بہت سی کتابیں حفظ یا تھیں، ریاض الصالحین وغیرہ کئی کتابیں بکثرت مطالعہ میں رکھتی تھیں۔ لیکن بعد میں جب شیخ البلد احمد بن تریس سے شادی ہو گئی تو یہ فلاحی کاموں میں زیادہ مصروف ہو گئیں،

۲۔ حفصہ بنت سیرین (ہشیرہ محمد بن سیرین):

ام ہذیل کنیت تھیں، فقیہہ انصاریہ تھیں، آپ ام المؤمنین سیدہ عائشہ کی ذہین شاگردہ تھیں۔ آپ نے ان کے اخلاق و معارف سے بہت فائدہ اٹھایا۔ عبادت فقاہت اور قرأت میں بلند مقام پایا حتیٰ کہ ان کو سید میں شمار کیا کو جاتا ہے۔

ایاس بن معاویہ کہتے تھے کہ میں نے کوئی بھی ایسا آدمی نہیں پایا جس کو حفصہ بنت سیرین پر فضیلت دے سکوں۔ بارہ سال کی عمر میں قرآن شریف کی حافظہ ہو گئی تھیں۔ لوگوں نے ایاس سے کہا، کیا حسن بصری اور ابن سیرین بھی حفصہ سے کمتر ہیں؟ کہنے لگے، ہاں! میرے خیال کے مطابق تو ان حضرات کو بھی حفصہ پر فضیلت حاصل نہیں ہے۔

موصوفہ کے بھائی محمد بن سیرین کو جب قرآن میں کوئی مشکل پیش آتی تو کہتے۔ جاؤ حفصہ سے پوچھو کہ وہ اس لفظ کو کس طرح پڑھتی ہیں (اور پھر اسی کے مطابق عمل کرو) حفصہ اپنے دل کو ہمہ وقت اللہ سے لگائے رکھتیں اور کثرت سے قرآن پاک ختم کرتی تھیں اور یہ معمول آخر زندگی تک رہا۔ مہدی بن میمون کہتے ہیں۔ وہاں سے صرف قیلولہ کے لئے یا قضاء حاجت کے لئے باہر

نکلتی تھیں۔

موصوفہ کے صاحبزادہ ہذیل سردی کے موسم میں انگلیٹھی میں لکڑی جلا کر کمرے کو اپنی والدہ کے لئے گرم کرتے تھے اور موصوفہ اس کے ذریعہ تسکین محسوس کرتیں برابر عبادت اور نماز میں مشغول رہا کرتی تھیں۔ جب ان کے بیٹے فوت ہو گئے تو صبر سے کام لیا فرماتی تھیں بعض اوقات بے ساختہ دل پر گھبراہٹ طاری ہو جاتی تھی ایک رات میں سورۃ نحل پڑھ رہی تھی کہ ان آیات پر پہنچی۔

ولا تشتر وابعدها الله ثمنا قليلا انما عند الله هو خير لكم ان كنتم تعلمون ما عندكم ينقد وما عند الله باق ولنجزين الذي صبروا اجرهم باحسن ما كانوا يعملون (اور تم لوگ عہد خداوندی کے بدلے میں ٹھوڑا مول مت حاصل کرو۔ بس اللہ کے پاس جو چیز ہے وہی تمہارے لئے بدرجہ بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔ اور جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ دائم و قائم رہے گا اور جو لوگ ثابت قدم ہیں ہم ان کے اچھے کاموں کے عوض ان کا اجر ان کو ضرور دیں گے۔

میں ان آیات کو بار بار لوٹا کر پڑھتی رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میری گھبراہٹ والی وہ کیفیت دور فرمادی۔

حفصہ رات بھر لمبی نمازیں پڑھتی تھیں اور ان کی آنکھوں سے خشیت الہی کی وجہ سے آنسو بہتے رہتے تھے۔ ان کے متعلق یہ لطیفہ مشہور ہے کہ انہوں نے ایک سندھی باندی خریدی۔ باندی سے پوچھا گیا کہ تم نے اپنی آقا کو کس طرح پایا؟ کہنے لگی کہ وہ بہت صالحہ ہیں لیکن ان سے کوئی اتنا بڑا گناہ ہو گیا ہے کہ ساری رات روتی ہیں اور نماز پڑھتی رہتی ہیں۔ اور عجیب بات ہے کہ وہ گناہ ابھی تک معاف نہیں ہوا۔

۳۔ خدیجہ بنت احمد فاسیہ:

بہت نیک عالمہ فاضلہ تھیں۔ کتاب اللہ اور اس کی تجوید و قراءت کی حافظہ اور حروف کے مخارج کی خوب ماہرہ تھیں۔ ورث و قالون اور کی وغیرہ متعدد قراءت میں تلاوت کرتی تھیں اور ان قراءتوں کی جملہ وجوہ و احکام سے نجوبی و انقب کار بھی تھیں۔ پوری باقاعدگی سے قرآن شریف کی تعلیم میں

ہمیشہ مشغول رہتیں اور

عبادت و تلاوت بھی خوب کرتی تھیں۔ صرف ضروری اور کارآمد باتوں سے تعلق رکھتیں۔ فضول اور لالچینی باتوں سے کوسوں دور رہا کرتی تھیں۔ امام ابوعلی حسن جنوری سے قراءت حاصل کی اور آگے موصوفہ سے شیخ عبدالحفیظ فاسی نے تینوں قراءتیں نقل کیں۔ اور موصوفہ نے انہیں ان تینوں قراءتوں کی اجازت مرحمت فرمائی۔

۴۔ ام الخیر بنت احمد بن عیسیٰ:

قاضی فاضل شہاب احمد بن عیسیٰ بن محمد اعمیٰ کی صاحبزادی تھیں اور وہ اپنے علاقہ میں عصفورہ کے نام سے معروف تھیں۔ (شاید چڑیا کی طرح قرآن کو چھپانے کی عادت ہوگی) 810 ہجری سے پہلے ملیسا میں پیدا ہوئیں اور اپنے والد سے قراءت نافع کے مطابق قرآن مجید حفظ کیا پھر آخری سانس تک قرآن مجید برابر یاد رکھا اور پڑھتی پڑھاتی تھیں۔

صفر 849 ہجری میں وادی الیہ کی عیلامی بستی میں بھاگی نے موصوفہ سے ملاقات کی اور وہیں ان سے قرآن پڑھا۔ بھاگی بتاتے ہیں کہ موصوفہ بہترین کا تبہ، قاریہ اور فاضلہ تھیں۔ قراء و محدثین کی ایک جماعت سے موصوفہ کو اجازت حاصل تھی۔

۵۔ سلمیٰ ام الخیر بنت حضرت محقق ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ:

خود حضرت محقق رحمۃ اللہ علیہ طبقات القراء صغریٰ میں اپنی لخت جگر کا یوں تعارف مکراتے ہیں۔

"سلمیٰ جو میری بیٹی ہیں انہوں نے 813 ہجری میں حفظ قرآن شروع

کیا پھر مقدمہ جزریہ اور مقدمہ الخو حفظ کر کے مجھے سنایا۔ اس کے بعد

طہیۃ النشر حفظ کر کے اس کے مطابق مجھے قراءت عشرہ حفظ سنا کیں۔ حتیٰ

کہ 12 ربیع الاول 823 ہجری میں اس کی تکمیل کر لی۔ تلاوت اتنی صحیح

اور معیاری کہ کیا مجال کہ کوئی اختلاف بھی چھوٹ جائے"

دسویں قراءتوں میں اس قدر کمال و مہارت اور یادداشت حاصل کی کہ عزیزہ کے کا

ہم عصر کوئی شخص بھی اس میں ان کا مشیل اور ہم پلہ نہ تھا۔

علم اشعار اور عربیت بھی سیکھی، خطاطی میں کمال حاصل کیا۔ عربی اور فارسی نظم پر بھی قادر الکلام تھیں، مجھ سے حدیث بھی پڑھی اور علم حدیث میں بھی ید طولی حاصل کیا۔ بفضلہ تعالیٰ روز افزوں رہتی ہیں

۶۔ عائشہ بنت ابراہیم ام محمد دمشقیہ:

661 ہجری میں پیدا ہوئیں۔ ابن عساکر وغیرہ سے حدیث شریف سنی، قرآن مجید کی حافظ تھیں۔ عورتوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیا کرتی تھیں۔ کئی خواتین نے ان سے پورا قرآن شریف پڑھا اور بھرپور علمی استفادہ کیا۔

موصوفہ کے داماد ابن کثیر فرماتے ہیں کہ میری خوش دامن عبادت کی کثرت اور قرآن کی خوبی و ادا میں اپنی مثال آپ تھیں۔ اس بارے میں کئی مردوں سے سبقت لے گئی تھیں۔ دنیا سے بہت بے رغبت تھیں اپنے پاس مال و اسباب بہت کم مقدار میں رکھتی تھیں۔

حافظ ابوالحجاج یوسف حزی ان کے خاوند تھے جو اپنے زمانہ میں ملک شام کے مشہور محدث گزرے ہیں اور جو تہذیب الکمال فی اسماء الرجال نیز تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف کے مولف ہیں یہ وہ کتابیں ہیں جن کے بارے میں ابن طولون کا قول ہے کہ بعد کے سب محدثین ان دو کتب کے عیال محتاج ہیں، کوئی محدث بھی ان سے استغناء و بے نیازی کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

۷۔ عائشہ بنت عمر ان منوبی:

موصوفہ کو ان کے والد نے قرآن شریف حفظ کرایا حتیٰ کہ حفظ خوب پختہ ہو گیا۔ پھر موصوفہ نے عبادت پر پوری توجہ مرکوز کر دی اور دنیا سے بے رغبتی اختیار کر لی، سوت کات کر گزر اوقات کرتی تھیں

مجلد ان محاسن و کمالات کے علاوہ یہ کہ پوری زندگی میں ایک ہزار پانچ سو بیس مرتبہ 15200 قرآن پاک ختم کیا۔

فقراء اور مساکین کے ساتھ خوب حسن سلوک سے پیش آتیں اور حاجت مند لوگوں کی

ضرورتیں پوری فرمائیں اور اپنی آمدنی میں سے کوئی چیز بھی ذخیرہ کر کے نہ رکھتی تھیں۔ حتیٰ کہ فرمایا کرتی تھی کہ اگر میری جیب میں رات کو ایک درہم بھی باقی رہا ہوگا جس کو میں خیرات نہ کر سکی تو میری پوری رات کی عبادت ناقص ہوگی۔ سبحان اللہ، اس سے موصوفہ کی دریا دلی اور دردمندی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے

وفات کے وقت آخری کلمہ جو ان سے سنا گیا یہ آیت کریمہ تھی ان اللہ مع الذی اتقوا و الذی ہم محسنون (یقیناً اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو پرہیز گار ہوتے ہیں اور جو نیکو کار ہوتے ہیں)

۸۔ عائشہ بنت یوسف باعونیہ:

موصوفہ عالم جلیل یوسف بن احمد بن ناصر باعونی مقدس الصالحی الدمشقی الشافعی کی صاحبزادی تھیں جن کو ان کے والد چار سال کی عمر میں قدس سے دمشق لے آئے تھے اور وہیں انھوں نے تعلیم حاصل کی تھی۔

موصوفہ نے اپنے دوسرے بہت سے بہن بھائیوں سمیت اپنے والد ہی کے زیر سایہ تربیت پائی اور ان سب نے والد صاحب ہی کے ہمراہ اکٹھا حج بھی کیا۔ موصوفہ نے بذات خود اپنی سیرت کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

اللہ پاک نے مجھ میں اپنی کتاب کریم کی قراءت کی صلاحیت ودیعت رکھی ہے اور صرف آٹھ سال کی عمر میں مکمل قرآن شریف کے حفظ کی دولت سے مالا مال فرمایا ہے
919 ہجری میں قاہرہ میں جا کر بہت سے علوم حاصل کئے اور وہیں سے افتاء اور تدوین کی اجازت بھی مرحمت ہوئی۔

تالیف کے لحاظ سے عائشہ باعونیہ موصوفہ کو پوری اسلامی تاریخ کی عالمہ خواتین میں ایک امتیازی مقام حاصل ہے چنانچہ موصوفہ کی چند تالیفات حسب ذیل ہے۔

۱۔ الاشارات الخفیہ فی المنازل العلیہ یہ بحر جز کا ایک قصیدہ ہے

جس میں ہروی کی کتاب منازل السائرین کا خلاصہ نقل کیا ہے۔

۲۔ الدرا الغائص فی بحر المعجزات والخصائص یہ سیرت نبویہ ﷺ پر ایک قصیدہ رائیہ ہے۔

۳۔ صلاة السلام فی فضل الصلاة والسلام علی اس میں علامہ سخاوی کی کتاب القول البدیع فی الصلاة علی الحبيب الشفیع کا اختصار پیش کیا گیا ہے۔

۴۔ الفتح المبین فی مدح الایمن یہ نعت نبوی ﷺ پر ایک قصیدہ میمہ ہے

۹۔ فاطمہ بنت عبد اللہ بن متوکل علی اللہ:

موصوفہ علوم دینیہ کی عالمہ اور انتہائی ذکیہ اور دیندار و متقیہ تھیں۔ سورۃ توبہ تک قرآن شریف حفظ یاد کیا تھا۔ پوری باقاعدگی کے ساتھ روزانہ سات پارے منزل پڑھا کرتی تھیں، جب تکی اشرف الدین امام متوکل علی اللہ سے موصوفہ کی شادی ہوئی تو چار منہ سال کا دونوں آپس میں تکرار اور دورہ کیا کرتے تھے اور اس کی مشکلات کے حل میں اپنے خادمہ موصوفہ بھی حصہ لیا کرتی تھیں۔ 895 ہجری سے 910 ہجری میں وفات پائی۔

۱۰۔ فاطمہ بنت محمد یوسف دیروطی:

ان کے والد ابن الصانع کے نام سے مشہور موصوفہ عالمہ، فاضلہ تھیں۔ اول قرآن کریم حفظ کیا پھر شاطبیہ وغیرہ کئی کتب حفظ کیں۔ اس کے بعد سے قراءت کی مشق کی پھر قاہرہ کے شہاب سکندری اور زین جعفر سے قراءتیں پڑھ کر مزید پیشگی اور کمال حاصل کیا۔ حتیٰ کہ فن قراءت کی خوب ماہرہ اور فاضلہ بن گئیں۔

شاطبیہ خوب مختصر اور نوک زبان تھی۔ اس کے علاوہ مطالب کو بھی خوب اچھے طریقے سے سمجھتی تھیں بلکہ کئی جگہ اپنی طرف سے نئے عمدہ فوائد اور مباحث بھی بتایا کرتی تھیں مردوں اور عورتوں کی ایک معتد بہ جماعت نے موصوفہ سے استفادہ کیا۔ جن خواتین نے ان سے قراءتیں پڑھیں انہی

میں سے میرم بنت احمد بن محمد دریو طیبہ بھی تھیں جو بہت مشہور ہوئیں۔

۱۱۔ بنت فائز القریطی:

علم و ادب کے فنون کے حفظ کے متعلق موصوفہ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ اپنے والد فائز سے تفسیر و لغت عربیہ اور علم اشعار اور اپنے خاوند ابو عبد اللہ بن عباد سے فقہ حاصل کیا۔ قراءت سیکھنے کے لئے امام ابو عمرو دوانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں لیکن آپ کو پھوڑے کی تکلیف میں مبتلا پایا جو کہ ان کی وفات کا سبب بنا۔ اس پر موصوفہ نے حضرت دانی رحمۃ اللہ علیہ کے قابل شاگرد کے متعلق استفسار کیا تو ابو داؤد مقرئ کا نام لیا گیا۔ جب ابو داؤد بلسیہ پہنچے تو 444 ہجری میں موصوفہ نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر پرقراءت سبعت ان سے پڑھیں۔ پھر حج کیا اور واپسی پر مصر میں 446 ہجری میں وفات پائی۔

۱۲۔ حیمہ بنت جیحی ام درداء صغریٰ تابعیہ:

حضرت ابو درداء کی تیسری بیوی تھیں۔ صغریٰ میں ابو درداء سے قرآن پڑھا اور خود موصوفہ سے آگے ابراہیم بن ابی حمیلہ اور عطیہ بن قیس وغیرہ ہمارے قراءت نقل کی ہے۔

جب حضرت ابو درداء فوت ہونے لگے تو ام درداء نے ان سے کہا کہ دنیا میں تو آپ نے میرے والدین کو میرا پیغام نکاح بھیجا تھا اور انہوں نے آپ سے میری شادی کر دی تھی لیکن آخرت میں از خود آپ کو پیغام نکاح دیتے ہوں، وہاں میرا خیال رکھنا۔ اس پر حضرت ابو درداء نے فرمایا کہ پھر میرے بعد تم کسی اور سے نکاح نہ کرنا کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ المرء اة لآخر ازواجہا

(عورت اپنے آخری خاوند کی ہوگی) (۱۰) ابو درداء کی وفات کے بعد حضرت معاویہ نے ام درداء کو پیغام نکاح بھیجا تو موصوفہ نے پوری بات بتادی۔ اس پر حضرت معاویہ نے فرمایا تو پھر آپ روزے رکھنا اپنے اوپر لازم پکڑ لو۔

ام درداء فرماتی تھیں کہ میں نے ہر طرح کی عبادت کی لیکن جو سکون قلبی اور مقصد پر آری کی خاصیت مجالس ذکر میں پائی کسی بھی عبادت میں ہرگز نہیں پائی۔ نیز ارشاد فرماتی تھیں کہ

عبادت گزاروں کے دلوں کے لئے دنیا ہاروت اور ماروت سے بھی بڑی جادوگرئی ہے جس نے بھی دنیا کو ترجیح دی اسی کو دنیا نے ذلیل و خوار کر دیا۔

یونس بن یسیرؓ چھین چلبیس روایت کرتے ہیں کہ کئی عبادت گزار خواتین رات کو ام درداء کے پاس آجایا کرتیں اور پھر وہ سب مل کر رات کو اتنا لمبا قیام کرتیں کہ ان کے پاؤں سوج جاتا کرتے تھے۔

۱۳۔ بی بی فاطمہ نیشاپوری:

بی بی فاطمہ خراسان (ایران) کے شہر نیشاپور کی رہنے والی تھیں۔ معرفت الہی میں بہت آگے تھیں۔ انہیں قرآن کریم کی تفسیر اور مطالب بتانے میں ایسا کمال حاصل تھا کہ جو بھی سنتا تھا عرش کراٹھتا تھا عبادت کرنے سے اس قدر شغف تھا کہ ساری ساری رات نوافل میں گزار دیتی تھیں، کھانا بالکل سادہ ہوتا اور پیٹ بھر کر کبھی نہ کھاتی تھیں۔

آپ ایک لمبا عرصہ بیت اللہ میں مقیم رہیں۔ اس زمانے میں ان سے بڑے بڑے علماء اور اولیاء نے کسب فیض کیا۔ حضرت بایزید بسطامی اور حضرت ذالنون مصری جیسے بزرگوں نے ان کے فضائل و کمالات کا اعتراف کیا ہے۔ حضرت بایزید بسطامی فرماتے ہیں کہ میں نے ساری زندگی میں ایک باکمال عورت دیکھی ہے اور وہ فاطمہ نیشاپوری ہے، جس مقام اور مسئلہ پر ان سے گفتگو کی، ان کو اس سے آگاہ پایا۔ بی بی فاطمہ نے 223 میں وفات پائی۔

۱۴۔ قاریہ بشیر النساء:

حافظ قاریہ بشیر النساء دختر حافظ بدر الاسلام عثمانی نے 1285 ہجری میں تقریباً 43 بری عمر میں بیوہ ہو جانے کے بعد قرآن پاک حفظ کیا۔ کچھ عرصہ تک 15 اور پھر 10 پارے روزانہ صبح کی نماز کے بعد پڑھتی تھیں، پھر ایک عرصہ ایک منزل اور جب زیادہ ضعیف ہو گئیں تو 3 پارے پڑھتیں۔ حضرت قاری محی الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی پھوپھی تھیں۔ 1332 ہجری میں معمر 90 سال کی عمر وفات پائی۔

۱۵۔ شاہی محل میں ایک ہزار حافظہ و قاریہ خدمات:

محمود خلجی والی مالوہ کے عہد میں شادی آباد ماند و علم و فضل کا مرکز تھا۔ تمام ملک گویا شیرازہ او سرقد بن گیا تھا۔ محمود خلجی نے ایک مدرسہ اجین میں ایک سارنگ پور میں تعمیر کرایا۔ اس کے جانشین غیاث الدین خلجی نے بھی مدارس کو فروغ دیا۔ اس کے زمانے میں حفظ و قراءت کا اتنا چرچا تھا کہ شاہی محل میں ایک ہزار خدمات حافظہ و قاریہ تھیں۔ یہ جوان العمر لڑکیاں مختلف شفٹ بنا کر قرآن پڑھتیں رہتی تھیں۔

۱۶۔ زبیدہ زوجہ خلیفہ ہارون الرشید:

ابن خلدون نے بیان کیا ہے کہ زبیدہ خاتون اہلیہ خلیفہ ہارون الرشید کی سوبانیاں تھیں، سب کی سب پورے قرآن کریم کی حافظہ تھیں۔ ان کے علاوہ بعض باندیوں کو کچھ کچھ حصہ حفظ تھا۔ شاہی محل میں حافظہ باندیوں کی تلاوت کی آواز شہید کی کھنک کی بھنک کی طرح سنائی دیا کرتی تھی۔ (۱۱)

۱۷۔ ضبط قرآن میں پانی پت کی ایک خاتون کا عجیب واقعہ:

قرآن پاک کی سورۃ النساء کا دوسرا رکوع یوسفیم اللہ ہے۔ اس کی آیتوں میں تشابہات اور باہم ملتے جلتے الفاظ بکثرت پائے جاتے ہیں۔ مثلاً ان کان لکم ولد، ان لم یکن لھن ولد، ان لم یکن ولد، فلا مہ الثلث، فلا مہ السدس، یوصی بھ، یوصین بھ، تو صون بھ، یوصی بھ۔ یہ رکوع حفاظ میں خاصا مشکل شمار کیا جاتا ہے۔ پانی پت میں ایک دو شیزہ نے اعلان کیا کہ جو شخص مجھے یوسفیم اللہ والا رکوع اس طرح صحیح اور پختہ سنا دے کہ میں جو لفظ بولوں وہ اس سے آگے صاف صاف پڑھ دے تو میں اس آدمی سے نکاح کر لوں گی۔ اس پر کئی بڑے بڑے جید حفاظ آئے لیکن ناکام واپس ہوتے رہے۔ حتیٰ کہ کافی دنوں کے بعد ایک حافظ نے اسے یہ رکوع حسب منشا سنا دیا اور اس خاتون نے اس حافظہ مرد سے نکاح کر لیا۔

ان واقعات سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ مسلمان خواتین نے حفاظت قرآن،

کتابت قرآن اور تفسیر قرآن کے شعبوں میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ وہ اپنے گھروں کے کام کاج سمیت کربقہ وقت قرآن مجید کے سیکھنے سکھانے اور پڑھنے پڑھانے میں گذارتی تھیں۔ قرآن مجید کے انوارات نے ان کے سینوں کو منور کر دیا تھا۔ (۱۲)

وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہو کر
ہم ہوئے خوار تازک قرآن ہو کر

۱۸۔ ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمن مصری کی قرآنی خدمات

سوم خزان کے تمام مباحث پر قرن اول سے اب تک ہر پہلو اور ہر زاویہ سے بحث کی جاتی رہی ہے لیکن پھر بھی ان کا حق ادا نہ ہو سکا اور اب بھی وہ تشنہ معلوم ہوتے ہیں۔ دوسرے مباحث کی طرح، اعجاز قرآن کا موضوع بھی ابتداء ہی سے زیر بحث رہا ہے۔ اگرچہ ابتدائی صدیوں میں متکلمین کے کلامی مباحث یا مفسرین کی تفسیروں کے ضمن میں اس کا تذکرہ ہوتا تھا۔ لیکن بہت جلد اس موضوع پر مستقل تالیفات وجود میں آنے لگیں۔ چنانچہ کوئی صدی ایسی نہیں ملتی جس میں اعجاز قرآن کے موضوع پر پائے جانے والے علمی سرمایہ میں اضافہ نہ ہوا ہو۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی پیش نظر کتاب ”الاعجاز البیان للقرآن الکریم“ ہے جسے ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمن بنت الشاطی نے تالیف کیا ہے۔

ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمن بنت الشاطی کا نام تفسیر اور علوم قرآن سے شغف رکھنے والے حلقہ میں نامانوس اور غیر معروف نہیں ہے۔ ابتداء میں ان کا رجحان عربی ادب کی طرف تھا لیکن مطالعہ قرآن کی طرف ان کا ذہن موڑنے میں نمایاں کرداران کے استاد مشہور عالم وادیب امین الخولی کا ہے جو ان کے شوہر بھی تھے۔ انہوں نے ان کی تربیت اور رہنمائی کی اور علمی و ادبی صلاحیتیں پروان چڑھائیں۔ بنت الشاطی نے اپنی کتاب ”التفسیر البیانی“ کے مقدمہ میں خود اعتراف کیا ہے کہ میرا طریقہ تفسیر استاد امام امین الخولی کا بتلایا ہوا ہے۔ عربی ادب سے دلچسپی اور اس میں ان کی متعدد تالیفات ہونے کی وجہ سے انہیں ۱۹۶۲ء یا ۱۹۶۳ء میں جامعہ عین شمس

مصر میں لے تاؤ کرسی اللغة العربیة و آدابها کا عہدہ ملا۔ اسی وقت سے وہ قرآن کریم کے مطالعہ، غور و خوض اور منجھی تطبیق میں مشغول ہیں۔ اب تک قرآنی موضوعات پر ان کی متعدد کتابیں آچکی ہیں جن میں سے چند قابل ذکر یہ ہیں: التفسیر البیان للقرآن الکریم دو حصے، مقال فی الانسان ودراسة قرآنیة، القرآن والتفسیر العصری۔ اس زمانے سے اب تک مختلف اوقات میں الجزائر، ہندوستان، پاکستان، بغداد، کویت، سوڈان، مراکش، امارات، لبنان اور دوسرے ممالک میں مختلف بین الاقوامی کانفرنسوں یونیورسٹیوں اور سیمیناروں میں قرآنی موضوعات پر مقالات پیش کرچکی ہیں۔ ان میں سے کچھ موضوعات یہ ہیں:

منهج التفسیر البیانى ، مشكلة الترادف اللغوى فى
ضوء التفسیر البیانى للقرآن ، قضية الاعجاز ، الاعجاز
البیانى للقرآن ، جدید من الدراسة القرآنیة، منهج
الدراسة القرآنیة القرآن و حقوق الانسان، من اسرار
العربیة فى البیان القرآنى.

۱۹۷۰ء سے موصوفہ جامعۃ القیروین مغرب میں مطالعات قرآن کی پروفیسر
ہیں۔ اور دار الحدیث الحسینیہ رباط، کلیۃ الشریعۃ فاس اور
کلیۃ اصول الدین نطوان میں قرآنی موضوعات پر لکچر دیتی ہیں۔

ان کے زیر نگرانی متعدد اسکالر نے قرآنی موضوعات پر ریسرچ کر کے پی، ایچ، ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔ جیسے استاد عبد السلام کنونی لکچر اکیڈمی اصول الدین نطوان نے ابو عبد اللہ ابن ابی زینین کی تالیف مختصر تفسیر مکی بن سلام پر تحقیق کی ہے۔ استاد عبد الکبیر صدغری لکچر اکیڈمی الشریعہ فاس نے قاضی ابوبکر بن العربی کی تالیف الرخ والمنوخ پر تحقیق کی ہے اور محترمہ سہیر محمد خلیفہ مدرسۃ الازہر نے الشواہد القرآنیہ فی کتاب مغنی اللیب لابن ہشام کے موضوع پر کام کیا ہے۔

ایک اہم کتاب ”الاعجاز البیانی للقرآن الکریم“ مقدمہ اور تین مباحث پر مشتمل ہے مقدمہ میں بنت الشاطی نے ہر صدی میں ”اعجاز قرآن“ پر لکھی جانے والی تالیفات کا تعارف کراتے ہوئے بیان کیا ہے کہ ہر زمانے میں لوگوں نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ اعجاز قرآن پر جو کچھ لکھ رہے ہیں وہ حرف آخر ہے۔ لیکن اگلی صدی نے ان کے اس دعویٰ پر خط نسخ کھینچ دیا۔ کیونکہ اعجاز قرآن کا موضوع اسے محدود کی جانے والی تمام کوششوں سے پرے ہے۔

اس کتاب کی پہلی بحث میں معجزہ قرآن پر گفتگو کرتے ہوئے اعجاز اور تحدی میں فرق بتلایا ہے پھر قرآن کے وجوہ اعجاز کا تذکرہ کر کے ان میں سے بلاغی اعجاز پر زور دیتے ہوئے اعجاز قرآن کے سلسلہ میں ماہرین بلاغت کی کوششوں کا جائزہ لیا ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے ماہرین بلاغت کے طویل اقتباسات نقل کر کے اعجاز قرآن کے سلسلہ میں ان کا نقطہ نظر واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ دوسری بحث (جو اصل موضوع کتاب ہے۔) میں بنت الشاطی نے اعجاز قرآن کے سلسلہ میں اپنی تحقیقات پیش کی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اسے تین فصلوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ قرآن کا اعجاز حروف میں۔

۲۔ قرآن کا اعجاز الفاظ میں۔

۳۔ قرآن کا اعجاز اسالیب میں۔

اس طرح انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے کہ قرآن کریم نے نہ تو کوئی حرف زائد استعمال کیا ہے نہ کوئی حرف محذوف رکھا ہے اور نہ ہی کسی لفظ کو کسی دوسرے لفظ کی جگہ استعمال کیا ہے۔ قرآن نے عام راہ سے ہٹ کر اگر کوئی اسلوب اختیار کیا ہے تو اس میں بھی بلاغت موجود ہے۔ اس طرح قرآن کا ہر حرف، ہر لفظ اور ہر اسلوب اپنی جگہ بھرپور بلاغت رکھتا ہے اور یہی قرآن کا اعجاز ہے۔

کتاب کی تیسری بحث ”مسائل ابن الاثرق“ سے متعلق ہے۔ اس کا ترجمہ اس

کتاب میں شامل نہیں ہے اس لئے کہ یہ قرآن کی لفظی بحثوں پر مشتمل ہے جو اردو خواں طبقہ کے لئے مفید نہیں۔

کتاب کی ایک خوبی جس کا بنت الشاطی نے بھی تذکرہ کیا ہے۔ یہ ہے کہ موصوفہ نیاس میں تفسیر القرآن بالقرآن کا طریقہ اپنایا ہے۔ یوں تو تمام مفسرین کہتے ہیں کہ تفسیر کا سب سے بہتر طریقہ تفسیر بالقرآن ہے۔ لیکن عملاً وہ اسے اختیار نہیں کر پاتے لیکن بنت الشاطی نے بہت حد تک اس طریقہ کو اپنایا ہے چنانچہ انہوں نے جہاں بھی کسی حرف یا کسی لفظ پر بحث کی ہے وہاں قرآن کے ان تمام مقامات کا استقصاء اور استقراء کیا ہے جہاں وہ حرف یا وہ لفظ آیا ہے اور ان تمام مقامات کو پیش نظر رکھ کر اس حرف یا اس لفظ کا معنی متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ بہت سے مباحث جو علوم قرآن کی کتابوں میں منتشر اور بے ربط مذکور رہتے ہیں انہیں بنت الشاطی نے اعجاز کی بحث سے جوڑنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ انہوں نے حروف مقطعات، وہ حروف جنہیں زائد یا محذوف قرار دیا گیا ہے یا ان کی تاویل دوسرے حروف سے کی گئی ہے، قرآن میں ترادف، اور قرآنی اسالیب اور ان جیسے دوسرے موضوعات پر بحث کرتے ہوئے ان میں اعجاز قرآن کا پہلو تلاش کیا ہے۔ (۱۳)

۴۔ میں آپ کو اپنے عہد کی ایک صنف نازک سے متعارف کرانا چاہتی ہوں۔ جواب بے شک ہم میں موجود نہیں رہیں مگر ان کی عزم و ہمت کی داستانیں تاریخ نے اپنے اوراق پر رقم کر لیں ہیں اور اب انہیں کوئی نہیں مٹا سکتا۔

۱۹۔ زینب الغزالی

زینب الغزالی، عالم اسلام کی عالمہ، مبلغہ اور دعوت اسلامی کی عظیم کارکن، ایک پُر آشوب، ابتلا اور آزمائش سے بھرپور عزیمت سے مالا مال زندگی گزار کر اگست ۲۰۰۵ء میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس وقت ان کی عمر ۸۸ سال تھی۔

زینب الغزالی ۱۹۱۷ء کو مصر کے صوبے الجیرہ کے ایک گاؤں میت عمر میں پیدا ہوئیں۔ یہ ایک کاشتکار اور مذہبی گھرانہ تھا۔ والد بڑے مذہبی انسان تھے اور تاریخ اسلام سے گہرا شغف

رکھتے تھے اور شاید یہی خاندانی اثرات تھے کہ زینب الغزالی نے بہت کم عمری میں، مجاہد صفت صحابیہ رسول ﷺ ”نسبہ بنت کعب“ کو اپنا آئیڈیل بنالیا۔ حضرت نسیمؑ اپنے جہادی کارناموں کی وجہ سے مشہور ہیں۔ دس سال کی عمر میں خطابت میں ملکہ حاصل کر لیا۔ انہوں نے اپنے آپ کو از خود تعلیم حاصل کرنے والوں کے لئے ایک نمونہ کے طور پر پیش کیا۔ انہوں نے ایسے وقت میں تعلیم کے بے شمار زینے طے کیے جبکہ عورتوں میں تعلیم کا رواج بہت شاذ تھا۔ جامعہ الازہر کے مشہور علماء شیخ علی محفوظ اور محمود التجار سے علمی استفادہ کیا۔

اپنے ایام جوانی میں وہ Egyption Feminist Uman کی ایک فعال رکن تھیں۔ جسے ہدی شرا دی نے ۱۹۲۳ء میں قائم کیا تھا۔ مگر کچھ عرصہ بعد آپ اس جماعت سے مستغنی ہو گئیں کیونکہ یہ جماعت سیکولر نظریات کی حامل تھی۔ ۱۹۳۷ء میں جبکہ آپ کی عمر ۲۰ سال تھی۔ انہوں نے ”جامعات السیدات المسلمین“ نامی ایک تنظیم کی بنا ڈالی۔ جس کا مقصد اسلامی اصول و مقاصد پر عورتوں کو منظم کرنا تھا۔ جیسے ہی انہوں نے یہ تنظیم قائم کی، ان کی فعالیت کئی گنا بڑھ گئی اور ان کو وزارت اوقات نے ۱۵ مساجد تعمیر کرنے کے لائسنس جاری کیے۔ اس کے علاوہ عوامی چندے سے بھی درجنوں مساجد تعمیر کرائیں۔ ان کی تنظیم نے خاتون مبلغین کی ایک بڑی کھیپ تیار کی اور پھر ان خواتین نے اسلام میں عورتوں کے مقام و مرتبے کا بھرپور دفاع کیا۔ زینب الغزالی، اخوان المسلمون کے بانی حسن البنا سے بہت متاثر تھیں، علاوہ ازیں آپ کے افکار و خیالات پر سید قطب شہید، حسن الہیسی اور عبدالفتاح اسماعیل جیسے رہنماؤں کے بھی غیر معمولی اثرات تھے۔ وہ اس خیال کی زبردست حامی تھیں کہ مذہب اور سیاست ایک دوسرے سے متضاد نہیں وہ شریعت کی حمایت میں ہمیشہ پیش پیش رہیں اور اسی وجہ سے مصری صدر جمال عبدالناصر کے عہد حکومت میں انھیں کئی مرتبہ آزمائش سے دوچار ہونا پڑا۔

اخوان المسلمون پر جمال عبدالناصر کا خاص عتاب تھا۔ اخوان کے چھ خاندان ۱۹۵۴ء میں شہید کیے گئے۔ باقی ماندہ لوگ اپنے رہنماؤں کے ساتھ بدترین زنداں خانوں میں اذیت و کرب کی

زندگی گزار رہے تھے۔ اس دور ابتلا میں نہایت حکمت و خاموشی کے ساتھ عظیم خواتین نے اخوانگھرانوں کو سہارا دیا۔ ساتھ ہی دعوت کے میدان میں پیدا ہونے والے خلا کو پُر کرنے کی ذمہ داریوں کو نبھایا۔ وہ عورت تھیں مگر خدا نے انھیں بے پناہ قوت ارادی اور عزم مصمم سے مالا مال کیا تھا۔ ۱۹۶۳ء میں ناصر کی حکومت نے ان کو کار کے حادثے میں ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ اس میں ناکامی پر ۲۰ اگست ۱۹۶۵ء کو بغاوت کے جرم میں گرفتار کر لیا گیا۔ ناصر کی خفیہ پولیس چھ سال قید کے دوران اذیت کے ذریعہ ان کے عزم کو شکست دینے کی کوشش کرتی رہی۔ ان کے ہاتھ باندھ کر لٹکا دیتے اور بلا توقف تازیانے مارے جاتے۔ مار مار کر ان کو لہو لہان کر دیا گیا۔ ان کی ٹانگ تو زدی گئی۔ خونخوار کتوں کے کمرے میں انھیں تنہا چھوڑ دیا گیا۔ ان کو بھوکا پیاسا رکھا گیا۔ جو قلیل مقدار میں خوراک دی جاتی اس میں بھی غلاظت کی آمیزش کر دی جاتی۔ آفرین ہے اس خاتون کی عظمت پر کہ ظلم کرنے والے ظلم کرتے کرتے تھک گئے مگر اس نے باطل کے آگے سر جھکانے سے انکار کر دیا۔ (۱۴)

ترغیب کا جال بھی پھیلا یا گیا اور ترہیب کا آخری حربہ تک استعمال میں لایا گیا۔ ان کے فالج زدہ خاوند محمد سالم کی کپٹی پر پستول رکھ کر محبوس زینب الغزالی کے طلاق نامے پر دستخط کرائے گئے۔ مجبور معذور خاوند خدا سے فریاد کر رہا تھا کہ اے خدا گواہ رہنا میں نے زینب الغزالی کو طلاق نہیں دی۔

زینب الغزالی کو عمر قید کی سزا سنائی گئی تھی مگر جمال عبدالناصر کی موت کے جب سادار حکومت نے اخوانی قیدیوں کو رہا کرنا شروع کیا تو ۱۹ اگست ۱۹۷۱ء کو انھیں بھی قید سے رہائی ملی۔ زینب نے اپنے ساتھیوں کے بغیر رہا ہونے سے انکار کر دیا تو ان کو زبردستی جیل سے نکال باہر کیا گیا۔

بے شک ایسے لوگ بڑی تلاش و بسیار کے بعد ملتے ہیں کہ ان کی تعداد تو زری رہ گئی ہے مگر یہی وہ لوگ ہیں جن کے دم پر اسلام کا سر بلند ہے۔

آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

اگر آتشِ بزمِ کایماں پیدا

حواشی و حوالہ جات

- ۱۔ ”صدیقی محمد حسین مظہر“ ازواجِ مطہرات کی تفسیری روایات ایک تجزیاتی مطالعہ۔
ششماہی علوم القرآن علیگزہ، جنوری تا دسمبر ۱۹۹۱ء۔ ص ۳۶۔
- ۲۔ تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۴۹۔ ۳۔ صفحہ الصفوۃ ج ۴ ص ۱۶۔
- ۴۔ صفحہ الصفوۃ ص ۱۰۱۔ ۵۔ حاشیہ الاکمال ج ۱ ص ۹۲۔
- ۶۔ طبقات الحنا بلہ ج ۱ ص ۴۴۰۔ ۷۔ ج ۱ ص ۲۶۲۔
- ۸۔ مبارکپوری، قاضی اطہر بنات اسلام ص ۳۹۔ بحوالہ طبقات جتا بلہ
- ۹۔ مبارکپوری، قاضی اطہر بنات اسلام دینی و علمی خدمات الصدق پبلشرز ناظم آباد
۱۹۸۰ء ص ۴۰۔
- ۱۰۔ طبرانی فی الاوسط و الخطیب فی التاريخ عن عائشہ
- ۱۱۔ البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص 283-284
- ۱۲۔ زوالفقار احمد مولانا مسلمان خواتین کے کارنامے مکتبہ الفقیر فیصل آباد اکتوبر ۲۰۰۰ء
ص ۷۱ تا ۸۲
- ۱۳۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ شائع ہو گیا ہے۔ یہ ترجمہ محمد رضی الاسلام ندوی نے
کیا اور دارالکتاب اردو بازار لاہور سے یہ کتاب ۲۰۰۴ء میں شائع ہو چکی ہے۔
- ۱۴۔ زینب الغزالی جو اسلام کی راہ میں ناقابلِ بیان آلام و مصائب برداشت کرنا پڑے اس کی
مفصل روداد کے لئے دیکھئے ”زینب الغزالی کی تصنیف ایام من
حیاتہ“ اس کا انگریزی ترجمہ Days From My Life اور اردو ترجمہ
”زندہاں کے برداشب“ کے نام سے موجود ہے۔